تعزیراتِ اسلام

جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب ۔ باغ ۔ آزاد کشمیر

(۱۳)

فصل چہارم ——— اعانت قتل

دفعہ ۵

اعانتِ قتل کی مندرجہ ذیل متعدد صورتیں ہیں ۔ ہر ایک کا حکم جداگانہ ہوگا۔

۱۔ اگر کسی قتل کے جرم کا مدار ایک فرد پر نہیں، بلکہ کسی جماعت (گروہ) پر ہو تو تمام شرکائے قتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

شرکائے قتل میں سے اگر ہر ایک کی ضرب ایسی مہلک ہو کہ اگر وہ اکیلا ہوتا تو اس ضرب سے اُس پر قصاص واجب ہوتا تو ایسی صورت میں تمام شرکائے قتل کو ایک مقتول کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔[1]

التشریح :۔ حضرت ابن عمر ۔ حضرت علی ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی طرح مروی ہے ۔ اور یہی سعید بن المسیب ۔ الحسن ۔ ابو سلمہ ۔ عطاء

---

[1] المغنی والشرح الکبیر جلد ۹ ص ۳۶۶ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۔ نیز دیکھیے الدر المختار لقولہ یقتل جمع بیفرد اِنْ جرح کل واحد مہلکا ۔ جلد ۵ ص ۳۶۸ ۔

اور قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول بھی ہے۔ اور امام مالکؒ۔ ثوریؒ۔ اوزاعیؒ۔ امام شافعی رحؒ
اسحاق۔ ابو ثورؒ اور احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مذہب ہے[1]۔
جب کہ امام احمد کا مذہب ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ شرکائے قتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ان پر دیت عائد ہوگی۔ اور دوسری روایت کے مطابق ان میں سے صرف ایک کو قتل کیا جائے گا۔ اور باقیوں پر اُن کے حصّہ کی دیت عائد کی جائے گی[2]۔ امام احمد کی تائید بھی بعض فقہاء کرتے ہیں۔ امام موصوف کی دلیل یہ ہے کہ قصاص کی بنیاد مماثلت پر ہے اور ایک جماعت کے درمیان مماثلت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا ایک کے بدلے میں جماعت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ ایک مقتول کی دیت پوری قاتلین کی جماعت پر تقسیم ہوتی ہے۔ ہر ایک پر مکمل دیت عائد نہیں ہوتی۔

جمہور فرماتے ہیں کہ جماعت میں سے ہر ایک کا زخم اس صفت کا حامل ہے کہ اگر قاتل، جماعت سے الگ ہو کر اکیلے ہی زخم لگاتا تو مقتول کی رُوح نکل جاتی، اور یہ مستقل قاتل قرار پاتا۔ اب اگر اسی طرح کے قاتلین کی جماعت مل کر ایک شخص کو قتل کر دے تو قاتل کی نسبت جماعت کے ہر فرد کی طرف مستقل بالذات ہوگی، اس لیے کہ قتل قابلِ تجزی چیز نہیں ہے کہ جماعت پر اس کے اجزاء کو تقسیم کیا جائے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی مثال میں ولایتِ نکاح کا ذکر کرتے ہیں کہ جس طرح کہ ایک سے زائد اولیاء مل کر ایک شخص کا نکاح کرائیں تو نکاح کرانے کی نسبت ہر ولی کی طرف مستقل اور مکمل طور پر ہوگی۔ یعنی ہر ایک ولی کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اُس نے نکاح کرایا ہے کیونکہ نکاح قابلِ تجزی چیز نہیں ہے کہ اس کے اجزاء کو اولیاء پر حسبِ حصص تقسیم کیا جائے۔ یہی صورت یہاں جماعت کے قتل کرنے میں بھی ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت میں سے اگر ہر ایک فرد یہ حلف اُٹھائے کہ وہ فلاں شخص کو قتل نہیں کرے گا۔ لیکن اس کے بعد اگر جماعت مل کر اس کو قتل کر دے تو جماعت کا ہر فرد حانث ہو جائے گا اس سے بھی معلوم ہوا کہ قتل کی نسبت ہر ایک فرد کی طرف مستقل بالذات ہوتی ہے۔ ورنہ

[1] المغنی جلد ۹ ص ۳۶۶

[2] ایضاً

اجتماعی قتل کی صورت میں کوئی فرد بھی اپنی قسم میں حانث نہ ہوتا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قتل کی نسبت ہر فرد کی طرف کامل اور مستقل بالذات ہوتی ہے۔ تو اب یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ جماعت کو ایک شخص کے بدلے میں قتل کیا جائے تو قصاص میں مماثلت باقی نہیں رہے گی، کیونکہ حقیقۃً ایک فرد بمقابلہ ایک فرد کے ہی قتل کیا جائے، البتہ صورۃً جو جماعت کی شکل نظر آتی ہے یہ کثرت جرائم کی وجہ سے ہے۔ اس سے مماثلت متاثر نہیں ہوتی۔ اور یہ کہنا کہ جس طرح ایک شخص کے بدلے میں قاتلین کی جماعت کے ہر فرد سے کامل دیت وصول نہیں کی جاتی۔ اسی طرح قاتلین کے ہر فرد کو ایک فردِ مقتول کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ قصاص اور دیت میں فرق ہے یعنی یہ کہ قصاص درحقیقت جرم کی سزا ہے جس میں مماثلت کی رعایت ہوتی ہے۔ لہٰذا متعدد جرائم کی صورت میں متعدد قصاص کی سزا عائد ہوگی۔ بخلاف دیت کے کہ یہ محل کی سزا ہے اور محل مقتول کا ایک ہی ہے۔ اس لیے دیت بھی ایک ہی لازم ہوگی[1]

مندرجہ ذیل آثار جمہور کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

ا۔ سعید بن المسیب رحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ یا سات آدمیوں کو قتل کیا تھا، کیونکہ انہوں نے ایک آدمی کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا تھا۔ اور آپؓ نے فرمایا کہ "اہل صنعاء سب مل کر اس کو قتل کرتے تو میں ان سب کو قصاص میں قتل کرتا۔ باقی صحابہؓ نے آپؓ کے اس موقف سے اتفاق کیا لہٰذا یہ اجماعی مسئلہ ہوگیا۔ چنانچہ ائمہ اربعہ کا یہی موقف ہے[2]

ب۔ سعید بن وہبؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کچھ مرد سفر پر نکلے تو ایک اور مرد بھی اُن کے ہمراہ ہوگیا۔ لیکن جب یہ مرد واپس آئے تو ان کا ہمراہی واپس نہ آیا۔ اس پر اس کے

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: اعلاء السنن جزء ۱۸ ص ۹۷، ۹۸ - و رد المحتار ج ۵ ص ۳۶۹ - مطبوعہ بولاق مصر۔

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ حلب

اقرباء نے ان افراد پر قتل کا شبہ کیا، مقدمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دائر ہو گیا تو میں بھی اُن کے پاس موجود تھا۔ آپ نے ملزموں کو الگ الگ کر کے دریافت کیا تو ان سب نے اعترافِ جرم کر لیا۔ تب آپؓ کے حکم سے ان سب کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

ج۔ مغیرہ بن شعبہؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرد کے بدلے میں سات افراد کو قصاص میں قتل کیا تھا۔

د۔ حضرت عکرمہؒ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ "اگر ایک سو افراد بھی مل کر ایک شخص کو قتل کریں تو ان سب کو قصاص میں قتل کیا جائے گا"۔[1]

۲۔ اگر ایک نے ایسا زخم پہنچایا ہو کہ اس کے بعد مجروح کا زندہ رہنا ناممکن ہو گیا ہو، کہ اتنے میں ایک دوسرے آدمی نے اس کو ایک اور زخم پہنچا دیا تو ایسی صورت میں قاتل درحقیقت پہلا شخص ہو گا۔ لہٰذا پہلے شخص سے قصاص لیا جائے گا اور دوسرے کو تعزیری سزا دی جائے گی۔[2]

التشریح:۔ اس شق کا تعلق صرف اس صورت سے ہے جب کہ حملہ آوروں نے بیک وقت حملہ نہ کیا ہو۔ بلکہ یکے بعد دیگرے کیا ہو۔ اور یہ کہ پہلے حملہ آور کے زخم سے مجروح کی حالت زندہ رہنے کی ممکن نہ رہی ہو۔ مثلاً یہ کہ پہلے نے مجروح کی گردن کاٹ دی تھی۔ البتہ حلقوم کا بہت معمولی حصہ رہ گیا تھا جس میں کہ رُوح باقی تھی کہ اتنے میں دوسرے اس پر حملہ کر کے اس کو زخمی کر دیا تو اس صورت میں قاتل پہلا ہی ہو گا۔ اس لیے کہ اُسی نے درحقیقت مجروح کو حکم "حیاۃ" سے خارج کر دیا تھا، اب وہ میت کے حکم میں داخل ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسی حالت میں اگر اس کا بیٹا فوت ہو جائے تو بیٹا باپ کا وارث ہو کر فوت ہو گا۔ لیکن باپ، بیٹے کا وارث نہیں ہو گا۔[3]

---

[1] مذکورہ تمام دیکھیے: اعلاء السنن جز ۱۸ - ص ۹۷

[2] شامی جلد ۵ ص ۳۶۸، ۳۶۹ -

[3] رد المحتار جلد ۵ ص ۳۶۱

حیات منقطع ہونے کا یقین مجروح کی حالت کے پیش نظر ہی ہوگا۔ محض ضرب شدید کو دیکھ کر مجروح کی موت کا حکم نہ لگایا جائے گا۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے تو حکیم نے آپ کو دودھ پلایا مگر وہ پیٹ سے باہر آگیا اس پر حکیم کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا، تو عرض کیا کہ آپ لوگوں کو نصیحت کریں تو آپ نے نصیحت کی جس پر صحابہ نے عمل کیا[۱]

۳۔ اگر پہلے شخص کے وار سے مجروح کے زندہ رہنے کا گمان تھا مگر دوسرے شخص نے اس کی گردن جدا کر دی تو ایسی صورت میں قاتل دوسرا شخص ہوگا[۲]

تمثیل:۔ ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ چاقو وغیرہ کسی آہنی آلہ سے پھاڑ دیا جس سے مجروح کی آنتیں باہر آگئیں تھیں مگر کم از کم ایک دن اس کے زندہ رہنے کا گمان پایا جاتا تھا کہ اتنے میں ایک دوسرے شخص نے اس کی گردن جدا کر دی تو قاتل دوسرا شخص ہوگا۔ اگر اس نے یہ فعل عمداً کیا ہو تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر خطاءً کیا ہو تو اس پر دیت واجب ہوگی۔ اور پیٹ چاک کرنے والے پر ایک ثلث دیت واجب ہوگی۔ البتہ اگر اس کا وار آر پار ہو گیا ہو تو اس پر دو ثلث دیت واجب ہوگی۔

اگر مجروح موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا و مضطرب تھا کہ اتنے میں دوسرے شخص نے اس پر وار کر دیا جس سے وہ مر گیا تو ایسی صورت میں پہلا شخص ہی قاتل متصور ہوگا اس لیے کہ اس کے وار سے ہی مجروح حکمِ حیات سے نکل چکا تھا۔ یعنی وہ حکماً مردہ ہو چکا تھا[۳]

۴۔ اگر مارنے والوں نے مقتول پر بیک وقت حملہ کر کے اس کو زخم پہنچائے مگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ شدید ضرب کس کے ہاتھ سے پہنچی ہے؟ اور خفیف کس کے ہاتھ سے؟ تو مضروب کے مر جانے کی صورت میں سب کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اس طرح کے حملہ کی صورت میں ضربات کی قلت و کثرت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

---

[۱] المغنی والشرح الکبیر جلد ۹ ص ۳۸۸

[۲] ایضاً

[۳] ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۶۱۔

اگر ضرب شدید کا علم مضروب کی موت سے قبل ہو جائے تو قصاص صرف اسی ضارب سے لیا جائے گا اور دوسروں کو تعزیری سزا دی جائے گی[1]

۵ - قتل پر اُبھارنے والوں اور تماشا دیکھنے والوں کو تعزیری سزا دی جائے گی[2]

۶ - اگر ایک نے مقتول کو صرف پکڑا اور دوسرے نے اس کو قتل کر دیا تو پکڑنے والے کو تعزیری سزا دی جائے گی اور قتل کرنے والے کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔[3]

التشریح :- عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امسک وقتلہ الآخرُ یُقتل الذی قَتَلَ ویحبس الذی امسک[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی مرد کسی مرد کو پکڑلے اور پکڑے ہوئے شخص کو کوئی قتل کر دے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید میں ڈالا جائے گا"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتل میں تعاون کرنے والے کو تعزیری سزا دی جائے اور قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

فصل پنجم

(قصاص لینے کے بیان میں)

دفعہ ۵

اگر قصاص لینے میں کوئی مانع نہ پایا جائے تو ورثاء کو قصاص لینے کا حق حاصل ہوگا۔

التشریح :- قرآن حکیم کا ارشاد ہے "جو مارا گیا ظلم سے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار

[1] فلو معًا فهما قاتلان الخ شامی جلد ۵ ص ۳۶۹

[2] ایضًا۔ [3] ایضًا۔

[4] المرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۷ ص ۴۹ مطبوعہ ملتان۔

دیا ہے سو اس کو قتل کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے" (الاسراء: آیت ۳۳)

۲۔ قصاص کے حقدار۔

مطالبۂ قصاص اور دیت میں وہی لوگ صاحبِ حق ہوں گے جو میت کے ترکہ کے حقدار ہوں گے اور اس میں وہی ترتیب معتبر ہوگی جو میراث میں معتبر ہوتی ہے۔[1]

۳۔ مجنون یا نابالغ وارث کی موجودگی میں بالغ وارث قصاص لے سکتا ہے۔

اگر وارث ایک سے زائد افراد ہوں تو قصاص کا حق تمام ورثاء میں سے ہر ایک کو مستقل اور کامل طور پر ملے گا۔ لہٰذا اگر ورثاء میں سے ایک نابالغ ہو اور دوسرا بالغ ہو تو بالغ کو قصاص لینے میں، نابالغ کے بالغ ہونے کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور نہ ہی عاقل ولی کو مجنون ولی کے افاقہ ہونے کی انتظار کی ضرورت ہے۔[2]

قصاص کے حق میں فقہاء کا نقطۂ نظر۔

التشریح:۔ درحقیقت اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر ایک کو مستقل اور کامل طور پر قصاص لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ یہ حق تمام ورثاء کے درمیان مشترک ہے، جس طرح کہ مال میں تمام ورثاء کا اشتراک ہوتا ہے اور ہر ایک وارث کو تمام ترکہ نہیں ملتا۔ بلکہ اپنا حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی قصاص کا تمام حق ہر ایک کو حاصل نہ ہوگا۔ لہٰذا جب یہ حق مشترک ٹھہرا، تو بالغ ولیِ مقتول کو قصاص لینے میں، نابالغ ولی کے بالغ ہونے کا انتظار کرنا ضروری ہوگا۔ یہی صورت مجنون کے اندر بھی ہوگی۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ورثاء میں سے ہر ایک کو قصاص کا حق مستقل اور کامل طور پر ملتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قصاص سے ایک مقصد دلی اطمینان اور تسلی کا حصول ہوتا ہے۔ اور یہ اطمینان مقتول کو حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے

---

[1] البدائع۔ جلد ۷، ص ۲۴۲۔ المغنی۔ جلد ۹ ص ۳۹۳۔ فتاویٰ قاضی خان ص ۴۰۴۔ فصل فیمن یستوفی القصاص۔ کتاب الجنایات۔

[2] البدائع۔ جلد ۷، ص ۲۴۲، ۲۴۳۔

کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ لہٰذا یہ حق اس کے ورثاء کو بطور وراثت کے نہیں بلکہ ابتداً ہی حاصل ہو جاتا ہے اس لیے اُن میں سے ہر ایک کامل طور پر قصاص لینے کا حقدار ہوگا۔ نیز یہ کہ یہ اصول ہے کہ جو حق جماعت کو مشترک طور پر ملا ہو اگر وہ قابلِ تقسیم نہ ہو تو ورثا میں سے ہر ایک کو وہ کامل اور مستقل طور پر حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ولایت نکاح کا حق تمام ورثا کو مستقل اور کامل طور پر حاصل ہوتا ہے۔

جب قصاص کا حق ہر ایک وارث کو کامل اور مستقل طور پر ملتا ہے تو قصاص لینے کے لیے ولیٔ بالغ کو ولیٔ نابالغ کے بالغ ہونے کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی عاقل ولی کو مجنون ولی کے افاقہ ہونے کی انتظار کی ضرورت ہے۔[1]

اس موقف کی تائید اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہوتی ہے۔ چنانچہ:۔

ابن ملجم (ملعون) نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجروح کیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ کو قصاص لینے اور معاف کرنے میں اختیار ہے، لیکن اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ملجم سے قصاص لے لیا۔

امام ابو حنیفہؒ اس واقعہ سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ ایک تو خود حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ آپ قصاص میں ابن ملجم کو قتل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی اولاد میں نابالغ بھی موجود تھے۔ دوسرا یہ کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ خود بھی جلیل القدر صحابی تھے۔ انہوں نے بھی نابالغ ورثا کے بلوغ کا انتظار نہیں کیا۔ اور یہ واقعہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا۔ مگر کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ لہٰذا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ قصاص لینے میں نابالغ کے بلوغ کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کو صغیر کی ولایت حاصل ہے۔

اس میں زیادہ صحیح موقف امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔[2]

---

[1] مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے۔ البدائع جلد ۷ ص ۲۴۶

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے، البدائع جلد ۷ ص ۲۴۲-۲۴۳۔

۴ - ا - قصاص لیتے وقت تمام ورثاء قصاص کا موجود ہونا ضروری ہے۔
اگر اولیاءِ قصاص سب کے سب عاقل، بالغ ہوں تو قصاص لیتے وقت سب کا موجود ہونا ضروری ہے۔
اگر ان میں سے بعض غائب ہوں تو اُن کے حاضر ہونے تک قصاص موقوف کیا جائے گا۔ اور قاتل کو اس عرصہ میں قید رکھا جائے گا[۱] تاکہ یہ شبہ پیدا نہ ہوسکے کہ غیر حاضر ولی نے شاید قصاص معاف کر دیا ہو یا یہ کہ اگر غائب حاضر ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ وہ دورانِ سزا ہی معاف کر دیتا۔[۲]
ب - ایک وارث باقیوں کی جانب سے قصاص لے سکتا ہے۔
اگر اولیاء سب کے سب موجود ہوں تو اس وقت اگر کوئی ایک ان میں سے قصاص لے تو سب کی طرف سے متصور ہوگا[۳]۔ بشرطیکہ اس ایک نے باقیوں کی اجازت سے قصاص لیا ہو۔[۴]
۵ - قصاص کے لیے حاکم مجاز کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوگا۔
قصاص لینے کے لیے حاکم مجاز کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوگا۔ اور از خود کسی کو قصاص لینے کا حق نہ ہوگا۔[۵]
۶ - قصاص لینے کے لیے حاکم مجاز کسی ماہر آدمی کو مقرر کرے گا۔ اگر خود ولی بھی ماہر ہو تو وہ بھی حاکم کی اجازت سے قصاص لے سکتا ہے بشرطیکہ باقی اولیاء بھی اس پر راضی ہوں۔[۶]
التشریح: چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "مَنْ قَتَلَ عَمَدًا دُفِعَ اِلَی اَولیاءِ المقتولِ فَاِنْ شَاؤُا قَتَلُوْا وَاِنْ شَاؤُا اَخَذُوا الدِّیَۃَ"[۷] یعنی جو شخص جان بوجھ کر قتل کرے اس کو اولیاء مقتول کے حوالے کیا جائے گا

---

[۱] الشرح الکبیر جلد ۹ ص ۳۸۴ [۲] البدائع جلد ۷ ص ۲۴۳ [۳] ایضاً
[۴] البدائع جلد ۷ ص ۲۴۶ - المغنی جلد ۹ ص ۳۹۸۔
[۵] قرطبی - بحوالہ معارف القرآن للشیخ مفتی محمد شفیع جلد ۱ ص ۳۸۱۔
[۶] البدائع جلد ۷ ص ۲۴۶ - المغنی جلد ۹ ص ۳۹۸ -
[۷] المغنی جلد ۷ ص ۷۷۴۔

وہ چاہیں تو اس کو قتل کریں اور چاہیں تو اس سے دیت لے کر قصاص ترک کر دیں۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء قصاص اگر قصاص لینے میں ماہر ہوں تو وہ بھی حاکم مجاز کی اجازت کے ساتھ قصاص لے سکتے ہیں۔

۷۔ حاکم کی اجازت کے بغیر قصاص لینا جرم موجب تعزیر ہوگا۔

اگر حاکم مجاز کی اجازت اور دیگر اولیاء کی رضا کے بغیر کوئی شخص قصاص لے تو ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

التشریح:۔ حاکم کی اجازت کے بغیر قصاص لینے کی صورت میں باقی اولیاء کو دیت نہ ملے گی

ایسی صورت میں باقی اولیاء مقتول کو دیت ملے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قصاص کی سزا چونکہ صرف قصاص متعین ہے لہٰذا جب ایک ولی نے قصاص کی سزا قاتل کو دے دی تو وہی سزا دوسرے اولیاء مقتول کی جانب سے بھی ہوگی۔ البتہ دوسروں کی اجازت کے بغیر اور حاکم مجاز کے حکم کے بغیر قصاص لینے والے کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ جب کہ امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سزا صرف قصاص نہیں ہے بلکہ دیت بھی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی سی سزا دی جا سکتی ہے لہٰذا ایسی صورت میں باقی اولیاء کو قاتل کے ترکہ سے دیت دی جائے گی۔ البتہ قصاص لینے والے کو دیت نہ ملے گی اس لیے کہ اس نے قصاص لے لیا ہے[2] یعنی ان کے نزدیک ایک ولی کے قصاص لینے کو دوسروں کی جانب سے متصور نہ کیا جائے گا۔

۸۔ حد سے تجاوز ممنوع ہوگا۔

قصاص لینے میں حد سے تجاوز ممنوع ہوگا۔

التشریح:۔ اس شق کی بنیاد قرآن حکیم کی اس آیت پر ہے۔ "وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا" یعنی جو شخص

---

[1] المغنی والشرح الکبیر ج ۹ ص ۳۸۶

[2] المغنی مع الشرح الکبیر۔ جلد ۹ ص ۳۹۴، ۳۹۵۔

ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث (حقیقی ہوں یا حکمی) کو اختیار دیا ہے (کہ وہ قصاص لیں) سو اس یعنی وارث کو قتل کے بارے میں حد (شرعی) سے تجاوز نہ کرنا چاہیے یعنی قاتل پر قتل کا یقینی ثبوت ملے بغیر قتل نہ کرے اور اس کے اعزہ و اقارب وغیرہ کو جو قتل میں شریک نہیں ہیں محض جوشِ انتقام میں قتل نہ کرے اور قاتل کو بھی صرف قتل کرے، ناک، کان ہاتھ یا پاؤں وغیرہ کاٹ کر مثلہ نہ کرے، کیونکہ وہ شخص (قصاص میں حد سے تجاوز نہ کرنے کی صورت میں تو شرعاً) اللہ کی مدد کے قابل ہے، اور اس سے زیادتی کی تو پھر فریق ثانی مظلوم ہو کر اللہ کی مدد کا مستحق ہو جائے گا۔ اس لیے ولیٔ مقتول کو چاہیے کہ وہ اپنے منصورِ حق ہونے کی قدر کرے۔ حد سے بڑھ کر اس نعمتِ حق کو ضائع نہ کرے۔ (منقول از بیان القرآن)

مذکورہ تصریح سے معلوم ہوا کہ سزا میں حدِ مقررہ سے زیادتی ممنوع ہے۔ خواہ زیادتی کی کوئی بھی صورت ہو۔ مثلاً قتل اگر صرف ایک آدمی نے کیا ہو تو قصاص میں دو آدمیوں کو قتل کیا جائے یا قاتل کا مثلہ کیا جائے وغیرہ۔

۹۔ حاملہ عورت کا قصاص۔

ا۔ وضعِ حمل سے قبل حاملہ عورت سے قصاص نہ لیا جائے گا۔

ب۔ اگر حاملہ کو کوئی بچہ پیدا ہو تو مدتِ رضاعت کے پورا ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔

التشریح:۔ اس مسئلہ کی بنیاد بھی سابقہ آیت پر ہے۔ اس لیے کہ " فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ " کا حکم عام ہے جو تجاوز کی جملہ صورتوں کو شامل ہے۔ اگر حاملہ عورت کو قصاص میں قتل کیا جائے یا اس کے کسی عضو کو کاٹا جائے تو دونوں صورتوں میں اس کے حمل کو نقصان پہنچے گا، لہٰذا قصاص لینے کے لیے اس کے وضعِ حمل تک انتظار کیا جائے گا۔

چنانچہ ابن ماجہ نے عبد الرحمٰن بن غنم کی سند سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اگر کوئی عورت عمداً قتل کرے اور وہ حاملہ ہو تو اس کو قصاص میں اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس کے وضعِ حمل کے بعد اس کا بچہ خود کفیل نہ ہو جائے "۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے غامدیہؓ کو جس نے زنا کے جرم کا اقرار کر لیا تھا، کہا تھا کہ " تو واپس چلی جا حتیٰ کہ تیرے بطن میں جو کچھ ہے خارج ہو جائے " اور بعد میں دوسری

بار ارشاد فرمایا کہ " تو واپس چلی جا حتٰی کہ بچہ (معروف مدت تک) تیرا دودھ پی لے "[1]

۱۰- صرف دعویٰ حمل سے قصاص مؤخر نہ کیا جائے گا۔

عورت کے صرف دعویٰ حمل سے قصاص کی سزا کو مؤخر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے ثبوت کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ حاکم مجاز کے پاس گواہوں کو پیش کرے۔ اس مسئلہ میں حمل سے باخبر عورتوں کی شہادت قابل قبول ہوگی۔[2]

۱۱- قصاص نفس میں قاتل اور مقتول کے درمیان جنس، شرافت، صحت، تندرستی اور اعضا کی سلامتی میں مساوات کا اعتبار نہ ہوگا۔ البتہ مقتول کا معصوم الدم ہونا اور قاتل کا عاقل، بالغ ہونا ضروری ہوگا۔[3]

نظریۂ مساوات۔

التشریح ۱۔ قصاص نفس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مقتول کے اعضاء قاتل کے اعضاء کی طرح صحیح و سالم ہوں اور نہ ہی ان کے درمیان فضیلت اور شرف میں مساوات ضروری ہے۔ لہٰذا قصاص نفس میں عاقل کو مجنون کے بدلہ میں بالغ کو نابالغ کے بدلہ میں، تندرست کو بیمار کے بدلہ میں۔ مرد کو عورت کے بدلہ میں اور سالم اعضاء والے کو غیر سالم اعضاء والے کے بدلہ میں قتل کیا جا سکتا ہے۔

اس میں فقہاء اربعہ کا اتفاق ہے، سوائے اس کے کہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ، امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (تفصیل دیکھیے دفعہ ۱۳- تشریح ۲)

اس شق کی بنیاد آیات قرآنی " اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ " اور " کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی " پر ہے۔ یہاں نفس عام ہے، خواہ مرد کا ہو یا عورت کا، بیمار ہو یا تندرست وغیرہ۔ نیز ایک حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَؤُ

---

[1] ابن ماجہ بحوالہ الشرح الکبیر جلد ۹ ص ۳۹۴، ۳۹۵۔

[2] ایضاً جلد ۹ ص ۳۹۶۔

[3] البدائع جلد ۷ ص ۲۳۷۔

دِمَاؤُهم" یعنی مسلمان خون میں برابر اور ہمسر ہیں۔

۱۲۔ مرد اور عورت کے درمیان نفس سے کم میں قصاص جاری نہ ہوگا۔

مرد اور عورت کے درمیان قصاص، نفس میں تو جاری ہوگا لیکن نفس سے کم میں یعنی اعضاء و جوارح کے اندر جاری نہ ہوگا۔

التشریح :۔ مرد اور عورت کے درمیان قصاصِ نفس کی تفصیل اُوپر ذکر کی گئی ہے نیز یہ کہ عمرو بن حزم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مرد کو عورت کے بدلے میں قصاص میں قتل کیا جائے گا" اسی طرح حضرت قتادہ رض، سعید بن المسیب کی روایت سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ صنعاء کی ایک عورت کے قتل کے بدلے میں قاتلین کی پوری جماعت کو قتل کیا تھا[1]

مرد اور عورت کے درمیان قصاصِ نفس کے نفاذ میں فقہاء اربعہ کا اتفاق ہے۔ البتہ ان کے اعضاء و جوارح کے درمیان قصاص کے اجراء میں ان کا اختلاف ہے۔

احناف رح کے نزدیک مرد اور عورت کے اعضاء میں قصاص جاری نہ ہوگا جب کہ امام شافعی رح اور امام مالک رح اس صورت میں بھی قصاص کے نفاذ کے قائل ہیں[2]

امام شافعی رح اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ جب مرد اور عورت کے درمیان نفس میں قصاص جاری ہوتا ہے تو اعضاء و جوارح کے اندر بدرجۂ اَولیٰ جاری ہوگا اس لیے کہ اعضاء و جوارح نفس کے تابع ہیں[3]

احناف فرماتے ہیں کہ قصاصِ نفس میں چونکہ مساوات کا اعتبار نہیں ہوتا اس لیے مرد کو عورت کے بدلے میں، بیمار کو تندرست کے بدلے میں، بالغ کو نابالغ کے بدلے میں قتل کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] احکام القرآن للجصاص جلد ۱ ص ۱۳۹۔

[2] ایضاً جلد ۱ ص ۱۴۰

[3] احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۳۹ ۔ البدائع جلد ۷ ص ۳۱۰

بخلاف اعضاء و جوارح کے کہ اُن کے قصاص میں مساوات اور مماثلت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح ہاتھ کو شل ہاتھ کے بدلے میں، اور کامل انگلیوں والے ہاتھ کو ناقص انگلیوں والے ہاتھ کے بدلہ میں قصاص میں قطع نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہاں مساوات اور مماثلت مفقود ہے اور اس پر امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا بھی اتفاق ہے۔ لہٰذا اس اصول کے رُو سے ضروری ہے کہ مرد اور عورت کے اعضاء میں قصاص جاری نہ ہو اس لیے کہ اُن کے درمیان مساوات موجود نہیں ہے[۱]۔

درحقیقت احناف کے نزدیک اعضاء و جوارح میں قصاص اس صورت میں جاری ہوگا۔ جب کہ ان کی دِیت میں مماثلت ہو۔ مثلاً مرد کے ہاتھ کو مرد کے ہاتھ کے بدلے میں قطع کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ان دونوں ہاتھوں کی دیت برابر ہے۔ یا عورت کے ہاتھ کو عورت کے ہاتھ کے بدلے میں قطع کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ان کے ہاتھ کی دیت ایک جیسی ہے، مگر مرد کے ہاتھ کی دیت اور عورت کے ہاتھ کی دِیت میں، برابری نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان قصاص جاری نہ ہوگا[۲] اور اسی اصول کے تحت مرد اور عورت کے تمام اعضاء و جوارح کے اندر قصاص جاری نہ ہوگا۔

۱۳۔ مجروح اگر کچھ دنوں تک صاحبِ فراش رہنے کے بعد فوت ہو جائے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ بشرطیکہ درمیان میں اس کی موت کا سبب کوئی دوسرا امر واقع نہ ہوا ہو[۳]۔

۱۴۔ حالت نزع میں مریض کو قتل کرنے سے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ البتہ اگر مریض کے حالات سے قاتل کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ اب زندہ نہیں رہے گا تو ایسی صورت میں قتل موجب قصاص نہ ہوگا[۴]۔

۱۵۔ ایک شخص کو پوری جماعت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

اگر ایک شخص نے پوری جماعت کو قتل کر ڈالا تو سب کے بدلے میں قاتل کو قصاص میں قتل

---

[۱] البدائع جلد ۷ ص ۳۱۰ [۲] ایضاً

[۳] الدرالمختار جلد ۵ ص ۳۶۱

[۴] الدرالمختار جلد ۵ ص ۱۶۱

کیا جائے گا۔ اس پر دیت واجب نہ ہوگی[1]

التشریح: مذکورہ مسلک احناف کا ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر قاتل نے جماعت کے افراد کو یکے بعد دیگرے قتل کیا ہو تو پہلے مقتول کے بدلے میں قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور باقیوں کے بدلے میں اس کے ترکہ سے دیات وصول کی جائیں گی۔ وہ یہ دلیل بیان فرماتے ہیں کہ قصاص میں مساوات شرط ہے۔ اور یہ فرد اور جماعت میں مساوات نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا قاتل کو صرف ایک کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ اور باقیوں کے بدلہ میں اس کے ترکہ سے دیت وصول کی جائے گی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص دو مردوں کے داہنے ہاتھ کاٹ دے تو اس کے صرف ایک ہاتھ کے قطع پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ایک کے بدلے میں قطع کی سزا دی جاتی ہے اور دوسرے کے بدلہ میں مال واجب ہوتا ہے، تاکہ مساوات پر عمل ہو جائے۔

اور اگر قاتل نے جماعت کو معاً قتل کیا ہو تو اس صورت میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ورثاء کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی، جس کا قرعہ نکل آیا اس کو قصاص لینے کا حق ہوگا۔ اور باقیوں کے لیے اس کے ترکہ سے دیت واجب الادا ہوگی اور دوسرے قول کے مطابق مقتول کے اولیاء جمع ہو کر قاتل کو قتل کریں گے۔

احنافؒ فرماتے ہیں کہ اولیاءِ مقتول کو قصاص لینے کا حق حاصل ہے۔ اگر دیت کی سزا بھی قاتل پر نافذ کریں تو یہ "قتل کے بدلہ قتل" کے حکم شرعی پر ایک حکم کی زیادتی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں ہے[2]

جہاں تک مماثلت کا تعلق ہے تو احناف فرماتے ہیں کہ قصاص میں تماثل سے مراد یا تو فعل پر زجر ہے، یا فوت شدہ چیز کے نقصان کا پورا کرنا ہے، یا زجر اور جبر (نقصان کا پورا ہونا) دونوں مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ تمام چیزیں یہاں موجود ہیں لہٰذا عدم مماثلت کا اعتراض صحیح نہیں ہے[3]۔ زجر کی بات تو ظاہر ہے اور جبر اس طرح ہوتا ہے کہ جب قاتل نے جماعت کو بطور ظلم قتل کیا تو یہ

(دیکھیے صفحہ ۲۳)

---

[1] البدائع جلد، ص ۲۳۹

[2] ایضاً [3] ایضاً